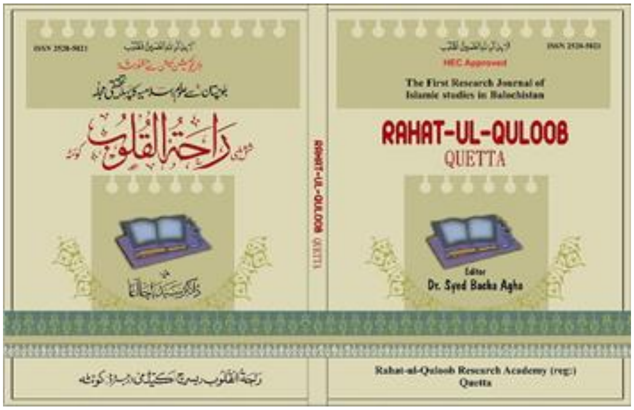

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

پاکستان کے دیہی علاقوں میں کاشت کار خواتین کے مسائل عہدِ نبوی کے معاشی منظر نامے کی روشنی میں حل

Problems of Female agriculturists in Rural Areas of Pakistan: Solution in the light of economic perspective of Prophetic Era

AUTHOR

1. Syed Adeel Shah, PhD. Scholar, Al-Hamd Islamic University, Islamabad, Pakistan. Email: syedadeelahmedgilani@gmail.com
2. Dr. Abdul Rahman, Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan. Email: ar1561983@gmail.com

How to Cite: Syed Adeel shah, & Dr Abdul Rehman. (2022). URDU: پاکستان کے دیہی علاقوں میں کاشت کار خواتین کے مسائل عہدِ نبوی کے معاشی منظر نامے کی روشنی میں حل: Problems of Female agriculturists in Rural Areas of Pakistan: Solution in the light of economic perspective of Prophetic Era. *Rahat-Ul-Quloob*, *6*(2), 110-123. https://doi.org/10.51411/rahat.6.2.2022/378

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/378

Vol. 6, No.2 || July–December 2022 || URDU-Page. 110-123

Published online: 05-08-2022

QR. Code

پاکستان کے دیہی علاقوں میں کاشت کار خواتین کے مسائل عہدِ نبوی کے معاشی منظر نامے کی روشنی میں حل

Problems of Female agriculturists in Rural Areas of Pakistan: Solution in the light of economic perspective of Prophetic Era

[1]سید عدیل شاہ [2]عبد الرحمٰن

ABSTRACT

Agriculture is the core base of human survival for it provides food to the living beings. Most of our economic needs of any nation are dependent upon the agricultural production. Due to the importance of food, Women have always been engaged in agricultural activities along with their male fellows in the fields. During the life time of Prophet Muhammad (PBUH) were also popular. It is now very common in rural societies of Pakistan that women assist their Father, husband, Brother and son working in this regard. They were supposed to have respect, honour and social equity but it could not appear on real scene. They have been found facing a number of swear problems and despite putting their best, no attention has yet been paid to them. Inequality in wages, unavailability of agricultural resources, harassment from landlords, deprival from possession of agricultural property and many other issues are such ones. The issue can be sorted out by the taking guideline from the role model of Prophet Muhammad (PBUH). This paper aims to spread light on this aspect and to present practicable solutions so it can be tackled with best possible outcomes.

Keywords: Agriculture, Economy, Women, Islam, Prophet Muhammad

تہذیب اور تمدن کے آغاز سے ہی متعدد معاشروں میں خواتین ہمیشہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی آئی ہیں۔ خواتین اپنے خاوند، بھائی، والد اور بیٹوں کے ہمراہ جانوروں کو چرانے، ان کے لیے چارے کا بندوبست کرنے اور ان کا چارہ خشک کرنے کے فرائض سرانجام دیتی رہی ہیں۔ صنعتی انقلاب کے بعد اس بات کی ضرورت زیادہ شدّت سے محسوس کی جانے لگی کہ معاشرے کی ترقی میں خواتین کے کردار کو زیادہ وسیع کیا جائے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ انسانی سماج میں ابتداء ہی سے عورتوں کے مختلف معاملات میں کردار ادا کرنے اور شمولیت کے حوالے سے افراط و تفریط پر مبنی اصول و نظریات قائم کیے گئے ہیں۔ اسی طرح موجودہ زمانے میں بھی خواتین کے کردار کو خاص طور پر زرعی شعبے میں مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جس کا جائزہ آنے والی سطور میں مختلف تحقیقاتی رپورٹوں کی روشنی میں لیا جائے گا۔

لہذا سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ان امور کا اس طور پر جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ خواتین کے مختلف معاملات میں کردار ادا کرنے سے متعلق اصول و نظریات میں اعتدال اور میانہ روی پیدا کی جا سکے۔ اس کا امکان اسی صورت ممکن ہے کہ پہلے ان مسائل و مصائب کی نشاندہی کی جائے جو پیشہ ورانہ اعتبار سے خواتین کو درپیش ہیں اور ان کے متعلق اعداد و شمار جمع کرتے ہوئے یہ واضح کیا جائے کہ علاقائی، خاندانی، معاشرتی، مذہبی، تعلیمی، سیاسی اور قانونی حوالوں سے ان کو حل کرنے کے لیے کون سا لائحہ عمل مثبت و مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سیرتِ طیبہ کی روشنی میں خواتین کو مختلف شعبوں میں درپیش مسائل کا حل سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ اس مقالہ میں ان خواتین کے مسائل کو اجاگر

کیا گیا ہے جو پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں زرعی پیشے کے ساتھ منسلک ہیں اور دن رات قوم کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کر رہی ہیں۔اس کے باوجود ان کے اپنے حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہیں۔اگر ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے متعلقہ حکام سنجیدگی کا مظاہرہ کرنے میں دلچسپی لیں تو یہ ایک انتہائی خوش آئند قدم ہو گا۔اس ضمن میں مقالہ کے آخر میں چند تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

پاکستانی زراعت اور خواتین

خواتین پاکستانی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہیں اور وہ زندگی کے تمام شعبوں میں انتہائی موثر کردار ادا کر رہی ہیں۔پاکستانی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔پاکستان کی GDP میں زراعت کا پچیس فیصد حصہ ہے۔ملک کی تقریباً نصف آبادی بالواسطہ یا بلا واسطہ زراعت کے ساتھ منسلک ہے۔2016-2017 کے لیبر فورس سروے کے مطابق آبادی کا 47 فیصد حصہ زراعت کے ساتھ منسلک ہے اور اس کا 75 فیصد حصہ عورتوں پر مشتمل ہے۔پاکستان کی آبادی کا 62 فیصد حصہ دیہاتوں میں آباد ہے جہاں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ زراعت میں مصروفِ عمل ہیں۔دیہاتوں میں رہنے والی ستر فیصد خواتین زراعت کے کام میں اپنے مردوں کی مدد کرتی ہیں۔

پاکستان میں تمام تر زرعی سرگرمیاں دیہاتی علاقوں میں وقوع پذیر ہوتی ہیں اس لیے دیہاتوں میں رہنے والی خواتین زرعی امور میں انتہائی موثر کردار ادا کرتی ہیں۔مجموعی طور پر یہ قابلِ افسوس معاملہ ہے کہ یہاں زرعی حوالے سے خواتین کے کردار کو مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے اور قومی سطح پر ان کی کوششوں کو سراہنے کی کوئی بھی مثال آج تک سامنے نہیں آسکی ہے۔

پاکستان کی کل آبادی کا بچاس فیصد سے زیادہ حصہ خواتین پر مشتمل ہے جب کہ معاشی شعبے میں بہتری لانے کے لیے اس کا کردار انتہائی کم ہے[1]۔بالخصوص "وانا" کی آبادی میں عورت کی زندگی کا دائرہ کار محض گھر کی چار دیواری میں رہنے، مردوں کی آمریت کے ماتحت زندگی گزارتے ہوئے ان کی خدمت کرنے اور ان کی نسل بڑھانے تک محدود ہے۔اس علاقے کی خواتین معاشی بہتری میں کسی بھی قسم کا کوئی کردار ادا نہیں کرتی ہیں[2]۔

جن علاقوں میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتے ہوئے اپنا مکمل کردار ادا کرتی ہیں ان علاقوں میں بھی انہیں بنیادی ضروریات کی دیگر اشیاء بھی نہیں ملتی ہیں۔یہاں معاشری کی بُنت اس طرح کی گئی ہے کہ مرد اور عورت کے مابین جنسی امتیاز ہر سطح پر عورتوں کے حقوق میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔زراعت کے علاوہ دیگر شعبوں میں بھی بد قسمتی سے خواتین جبر، استحصال اور امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔اور یہی مسائل زراعت کے شعبے میں بھی ہیں اور کاشتکار خواتین کو ان مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔روزنامہ نوائے وقت کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کی محنت کش عورتیں جن مسائل کا شکار ہیں ان میں روزگار کے مواقع نہ ہونا یا ان میں رکاوٹ، کم اجرت، بلا معاوضہ کام، جنسی یا نفسیاتی طور پر ہراساں کیا جانا، معاشرتی تعصب، تعلیم کے حصول میں رکاوٹ، جبری محنت، اور انصاف تک رسائی میں رکاوٹ جیسے مسائل شامل ہیں[3]۔

تحقیقی رپورٹیں

2003 میں عاصمہ ظفر اور سائرہ اختر نے ایگریکلچرل یونیورسٹی فیصل آباد کی جانب سے تحقیقی سروے کیا اور اس میں زراعت پیشہ خواتین کے مسائل سے متعلق مشاہدات پیش کیے۔اس سروے کو بعد میں سے شائع بھی کیا گیا[4] سروے سے سامنے آنے والے حقائق کے مطابق:

1. بعض سماجی روایتوں کو مقدس گائے کا تقدس فراہم کر دیا گیا ہے اور ان روایات کے مطابق کسی بھی عورت کو معاشرے میں صفِ اول کے کردار کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

2. بعض مذہبی تعلیمات کی غلط تاویلات کرتے ہوئے ان کے مطابق بھی عورت کو دبا کر رکھا جاتا ہے اور اس کی خدمات کو کسی بھی سطح پر تسلیم و ستائش سے ہمکنار نہیں کیا جاتا ہے۔

3. ہر کسان کا ذات پات کے حوالے سے اپنا ایک مخصوص نقطہ نظر ہے۔

لیبر سروے 2003 اور 2004 میں بتایا گیا کہ:

1. خواتین کسانوں کی تعداد **4.75** فیصد ہے۔

2. زراعت کے شعبے میں کام کرنے والی خواتین میں اکثر ایسی ہیں جو محض اپنے شوہر کا ہاتھ بٹانے جاتی ہیں اور ان کو اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا ہے۔ ان کا کام ان کے شوہر کے کام کا ہی ایک حصہ سمجھا جاتا ہے۔

3. جب سے این جی اوز نے پاکستان میں کام کرنا شروع کیا ہے تب سے کچھ علاقوں میں خواتین کو بھی الگ مزدور کے طور پر معاوضہ ادا کیا جاتا ہے لیکن ایسا صرف اسی وقت ہوتا ہے جب این جی اوز کے نمائندے کسی بھی جگہ پہنچ پہنچ جاتے ہوں۔

2005 میں محترمہ عنبر فردوس نے ماسٹرز کا تحقیقی مقالہ[5] لکھ کر پاکستانی خواتین کے معاشی حالات کا ایک سروے پیش کیا۔ اس سروے میں انہوں نے مشاہد کیا کہ:

1. جنسی امتیاز پاکستان کے تمام شعبوں میں روا رکھا جاتا ہے۔

2. گھروں میں خواتین کو دوسرے درجے کے انسان کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور کام کرنے کے مراکز میں ان کو مردوں کے مقابلے میں کم معاوضہ دیا جاتا ہے۔

3. کام کر کے کمانے والی خواتین کو گھروں میں کام نہ کرنے والی خواتین کے مقابلے میں زیادہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن گھر سے باہر ان کو مردوں کے تفوق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

4. زرعی شعبے میں پاکستان کا 17.97 فیصد طبقہ مزدوری کرتا ہے۔ یہ وہ اعداد و شمار ہیں جن میں خواتین کو شامل ہی نہیں کیا گیا ہے۔

2011 میں پشاور یونیورسٹی کی جانب سے رضیہ بیگم اور غزالہ یاسمین نے کسان خواتین کے مسائل سے متعلق ایک تحقیقی سروے کیا اور اس کو "Sarhad Journal of agriculture" میں شائع کیا[6]۔ اس سروے میں کسان خواتین کے جن مسائل کا مشاہدہ کیا گیا تھا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: طبی سہولیات کا فقدان۔ 2: کلی یا جزوی طور پر تعلیم کا فقدان۔ 3: زراعت کے جدید وسائل سے استعمال سے لاعلمی۔ 4: حقِ ملکیت سے محرومی۔ 5: زرعی حوالے سے معاشی اصلاحات سے حکومت کی پہلو تہی۔ 6: قدرتی موسم۔ 7: شہری طرزِ زندگی۔ 8: جدید مشینری۔ 9: مہارتوں کا فقدان۔ 10: مرد کے مقابلہ میں کم معاوضے کی ادائیگی۔

مقالہ کے آخر میں حکومت کے اصلاحات نافذ کرنے اور خواتین کو نت نئی تعلیمی اور عملی مہارتیں سیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

2012 میں ارم فریال، امتیاز احمد وڑائچ، عمران حنیف، تنزیل الرحمان علوی اور نوید مرتضیٰ کی ٹیم نے پاکستان کے دیہاتوں کا ایک سروے کیا۔ اس تحقیقی سروے میں جمع کی گئی معلومات کے مطابق:

غیر شادی شدہ خواتین کی نسبت شادی شدہ خواتین کی زراعت میں کام کرنے کی شرح زیادہ ہے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم کی وجہ سے محض مرد حضرات گھر کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ خواتین کو بھی کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ان کو مندرجہ ذیل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

1. مردوں کے شانہ بشانہ کھیتوں میں کام کرنے کے باوجود خواتین کو مردوں سے کم معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔
2. زرعی شعبے میں کام کرنے کے دوران زمین داروں کی جانب سے خواتین کے ساتھ ناروا سلوک رکھا جاتا ہے۔
3. زمین داروں کی جانب سے خواتین کو بروقت معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا ہے۔
4. سخت وتند موسم میں کام کرنا، مردوں کی نسبت خواتین کے لیے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔

سروے کے آخر میں تحقیقی ٹیم نے تجویز دی کہ خواتین کو زراعت کے شعبے میں کام کرنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ یہ سخت جسمانی مشقت والا کام ہے۔ اس کے برعکس خواتین کو اگر تعلیم مہیا کی جائے تو وہ باعزت روزگار کے ذریعے اپنے معاشی امور کی انجام دہی زیادہ بہتر انداز میں کر سکتی ہیں[7]۔

2014 میں کراچی یونیورسٹی کی جانب سے ڈاکٹر رومانہ ظہیر، انیقہ زیب اور صنم واگما خٹک نے ایک تحقیقی سروے کیا[8]۔ انہوں نے مشاہدہ کیا کہ:

1. پاکستان میں زراعت پیشہ خواتین کو گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا ہے جو کہ ایک کٹھن امر ہے۔
2. اس کے باوجود ان کے گھریلو کاموں اور زرعی کاموں کو ابھی تک کسی بھی فورم پر کسی قسم کی پہچان نہیں ملی ہے۔
3. اس قدر مشقت والی زندگی گزارنے کے باوجود اس پر مرد ہی حکمران بن کر بیٹھا ہوا ہے۔
4. عورت کو اپنے کام کا معاوضہ مرد سے کم ملتا ہے اور نہ صرف معاشرہ اس کی اس حالتِ زار پر رحم کھانے سے محترز ہے بلکہ حکومتی سطح پر بھی کسان پیشہ خاتون کے حقوق کی کبھی بھی آواز نہیں اٹھائی گئی ہے۔

مقالے کے آخر میں یہ تجاویز دی گئی ہیں کہ:

1. خواتین کے ذریعے ہونے والے تمام زرعی امور، گلہ بانی اور دست کاریوں ست متعلہ امور کو ریکارڈ میں لکھنا چاہیے تاکہ ان کے حقوق کے لیے حقائق کی روشنی میں کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔
2. خواتین کو اپنے ذاتی بینک اکاؤنٹس کھولنے کی سہولت دینی چاہیے تاکہ وہ زرعی امور کے لیے بینک سے قرضہ لے سکیں اور کھیتی باڑی کے لیے بیج اور کھاد کی خریداری کر سکیں۔

3. خواتین کی زرعی اہلیت اور مہارت سے قومی سطح پر فائدہ اٹھانے کے لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ رعایتیں متعارف کروانے کے بعد ان پر عمل کو بھی یقینی بنائے۔

4. زمین داروں کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ معاوضہ طے کرتے وقت جنسی امتیاز کو یکسر نظر انداز کریں اور خواتین کو بھی مردوں کے برابر معاوضہ ادا کریں۔

5. کھیتوں میں کام کرنے والی خواتین کو ان کے حقوق و فرائض سے متعلق بنیادی تعلیم فراہم کی جانی چاہیے۔

6. خواتین کو زراعت سے متعلق نئی مشینری کے استعمال کی مہارت سکھائی جانی چاہیے اور انہیں آسان اقساط پر مشینری فراہم کی جانی چاہیے۔

7. کھیتوں میں کام کرنے والی خواتین کے مردوں کو پابند کیا جانا چاہیے کہ وہ کسان خواتین کی خوراک اور طب کا بھرپور خیال رکھیں۔

2015 میں اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت نے ڈاکٹر فرحانہ نوشین، ڈاکٹر عمار علی خواجہ، ڈاکٹر خدیجہ جمیل، ڈاکٹر پرویز اقبال پراچہ، ڈاکٹر شہناز اختر، ڈاکٹر زاہرہ بتول، زہرا خانم، حق نواز خان اور درِ سمیع کے ذریعے ملکی پر مختلف تحقیقی سروے کروانے کے بعد 140 صفحات میں اس تحقیق کو "Women in Agriculture in Pakistan" کے عنوان سے اسلام آباد سے شائع کیا[9]۔ اس میں پاکستان کے تمام صوبوں اور آزاد کشمیر میں کسان خواتین کے حوالے سے متعدد سروے کرنے کے بعد تفصیلی رپورٹس مہیا کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق:

1. خواتین کے زرعی کردار کو پاکستان میں ابھی تک شناخت نہیں مل سکی ہے اور زرعی حوالے سے انھیں کسی بھی قسم کے معاملے میں قائدانہ کردار ادا کرنے کا موقع نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اختیار محض مردوں کے ہاتھ میں ہے۔

2. اگر خواتین زرعی اصلاحات میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے کوشش بھی کریں تو سماجی روایات اور مذہبی تعلیمات ان کو روکنے کا سبب بن جاتی ہیں۔

3. ان پر گھر میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ کھیتوں میں کام کرنے کا بوجھ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ زرعی معلومات اور مہارتوں میں زیادہ قابلیت حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔

4. زرعی کھیت مردوں کے اختیار میں دے دیے جاتے ہیں اور وہ مردوں کی جائداد بنے رہتے ہیں۔ ان میں کاشت کاری یا گلہ بانی کے حوالے سے خواتین کے پاس کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔

اس کا حل پیش کرتے ہوئے فاضل مصنفین نے تجویز دی ہے کہ:

1. مرد و خواتین کے جنسی امتیاز کا خاتمہ کیا جائے اور خواتین کو حق ملکیت دیا جائے۔

2. ان تمام سماجی روایات میں لچک پیدا کرنی چاہیے جن کی وجہ سے خواتین کسانوں کو اپنا مثبت کردار بھرپور طریقے سے پیش کرنے میں مسائل درپیش ہیں۔

3. آخر میں حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ ایسے اقدام کو یقینی بنائے جن کی مدد سے کسان خواتین کے کردار کو قومی سطح پر

شناخت مل سکے اور ان کی انفرادیت سامنے آسکے۔

2018 میں سائرہ اختر، شبیر احمد، ہارون یوسف، عاصمہ ظفر اور قاضی احمد رضا نے اسی حوالے سے ایک تحقیقی سروے کیا اور اس میں صوبہ پنجاب کی کسان خواتین کے امور کی تفصیلی معلومات کے حصول پر منتج کیا۔ اس سروے میں ملنے والی معلومات کے مطابق:

پنجاب میں خواتین کسان اپنے مرد کسانوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں لیکن زراعت کے حوالے سے ان کے پاس فیصلہ سازی کا اختیار نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کی اصل ذمہ داری یہ سمجھی جاتی ہے کہ انھیں گھر پر رہ کر گھر کے امور نمٹانے کے بعد کھیتوں میں کام کرنا ہے اور ان کا یہ کام کسی بھی سطح پر ستائش سے ہم کنار نہیں ہوتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 63.33 فیصد خواتین اپنے گھر کے مردوں کے ساتھ زراعت میں ہاتھ بٹاتی ہیں جن میں سے اکثریت کے فیصلوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان کے ساتھ مشاورت کی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود فیصلہ سازی کا آخری اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہی ہوتا ہے[10]۔

رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کسان خواتین کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ان کو جدید تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ تعلیم کی یہ سہولت صرف کسان خواتین کو ہی نہیں بلکہ کسان مردوں کو بھی دی جانی چاہیے کیونکہ جب دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا علم ہو گا تو ہی حالات میں کس حد تک تناسب واقع ہو سکے گا۔ رپورٹ کے آخر میں واضح کیا گیا ہے کہ کسان خواتین گلہ بانی اور محدود سطح پر کاشت کاری کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس لیے حکومت کو چاہیے کہ ان خواتین کو بلا سود قرضے فراہم کرے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق کوئی بھی پیشہ بہتر انداز میں اختیار کر سکیں۔ اسی طرح حکومت کو چاہیے کہ دیہاتوں میں زراعت کے پیشے سے منسلک خواتین کے لیے پیشہ ورانہ تربیت کا انتظام کرے تاکہ زراعت میں خواتین کا اشتراک مردوں کے لیے زیادہ موثر ہو سکے۔ یقیناً اس کے نتیجے میں ان کی اہمیت بڑھے گی اور فیصلہ سازی کا اختیار حاصل ہو گا۔ مذکورہ رپورٹ کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زیادہ تر زور خواتین کے فیصلہ سازی کے اختیار پر ہے۔ متعدد مرتبہ خواتین کے حق میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ انہیں گھر کے نظام میں معاشی معاملات کی سربراہی تفویض کی جائے، ان کو اپنی شادی کے بارے میں جملہ اختیارات سونپے جائیں اور زرعی معاملات میں انہیں قائدانہ کردار ادا کرنے کے مواقع دیے جائیں۔ مندرجہ بالا تحقیقات اور سروے پر مبنی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زراعت سے منسلک پاکستانی خواتین کو مندرجہ ذیل مسائل کا سامنا ہے:

1. گھریلو کاموں کے ساتھ زرعی کام کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔
2. مردوں کے مقابلے میں خواتین کو زرعی خدمات کے عوض کم معاوضہ دیا جاتا ہے۔
3. زراعت پیشہ خواتین کو زمین داروں کی طرف سے ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
4. خاندانی اور سماجی روایات کی پیروی کے تحت خواتین کو زمین کی ملکیت کے حقوق نہیں دیے جاتے ہیں۔
5. خواتین کو زرعی امور میں فیصلہ سازی کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔

اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ شرعی تعلیمات کی روشنی میں مذکورہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ اس کا امکان اسی صورت میں ہے اگر سیرت النبی ﷺ کے ان حصوں

کی نشاندہی کی جائے جن میں کسان خواتین کے لیے واضح رہنمائی موجود ہے۔

عہدِ نبوی کی چند مثالیں

روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں خواتین کو کسبِ معاش کے چاروں ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری اور مزدوری واجرت اختیار کرنے کی بھرپور آزادی حاصل تھی۔ یہ آزادی عہدِ نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی برابر جاری رہی۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں:

اس کی سب سے نمایاں مثال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کاروبار ہے۔ اور یہ ان کا یہ کاروبار رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد بھی جاری رہا اور رسول اللہ ﷺ اس کاروبار میں باقاعدہ شریک رہے۔[11]

اسی طرح دیگر خواتین بھی اپنے ذرائع آمدنی رکھتی تھیں۔ ان میں سے حضرت حولاء رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ عطر فروش تھیں اور وہ العطّارہ کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے گھر مبارک میں بھی آتی تھیں اور عطر فروخت کرتی تھیں۔[12]

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ایک دستکار خاتون تھیں۔ مختلف اشیاء تیار کر کے ان کو فروخت کرتی تھیں اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔[13]

کھیتوں میں کام کرنے کا عمل عہد نبوی ﷺ میں بھی جاری وساری تھا۔ امام بخاری نے اس ضمن میں حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے جس میں انھوں نے اپنے شاگرد ابو سلمہ کو بتایا کہ ان کے زمانے میں ایک خاتون اپنی زمینوں میں چقندر کاشت کرتی تھی۔ اس خاتون کا نام کتبِ احادیث میں مذکور نہیں ہے۔ سہل فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز وہ خاتون اپنی زمینوں میں سے چقندر اکھاڑ کر لے آتیں اور ایک برتن میں اس کو سالن کی ورت میں پکاتی تھی۔ اس کو پکانے کے بعد جو کے آٹے کی ایک مٹھی اس پر چھڑک دیتی تھیں۔ جس سے اس چقندر کا ذائقہ ایسا ہو جاتا تھا جس طرح گوشت کا ذائقہ ہوتا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ہم لوگ ان کو سلام کہنے کے لیے جاتے تو وہ اپنا تیار کیا ہوا کھانا ہمارے سامنے رکھ دیتیں جسے ہم کھا جاتے تھے۔ اس خاتون کا کھانا ہمیں اس قدر پسند تھا کہ ہم لوگ ہر جمعہ کو ان کے کھانے کی خواہش رکھتے تھے[14]۔

عہد نبوی میں ایسی خواتین بھی موجود تھیں جو مستقل طور پر کھیتی باڑی کے پیشے کے ساتھ منسلک تھیں اور ان کا یہ عمل کئی فقہی مسائل کی تشریح میں کار آمد ثابت ہوا۔ اس ضمن میں امام ابو داؤد نے حضرت جابر کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق ان کی ایک خالہ تھیں جن کا کھجور کاشت کرنے اور اس کو فروخت کرنے کا کاروبار تھا۔ ان کی شادی شدہ زندگی میں دراڑ پڑ گئی جو طلاق پر منتج ہوئی۔ طلاق کے بعد عدت کے دوران ہی وہ اپنی کھجوریں کاٹنے کے لیے گھر سے نکلیں۔ لوگوں کو ان کے گھر سے نکلنے کے بارے میں معلوم ہوا تو ان میں سے ایک شخص نے حضرت جابر کی خالہ کو اس حالت میں گھر سے نکلنے سے روکنے کے لیے نصیحت کی۔ موصوفہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اس بارے میں آپ ﷺ سے استفسار کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے سارا معاملہ سنا تو فرمایا: "اخرجی فجدی نخلک، لعلک ان تصدقی منہ اور تفعلی خیرا" چلی جایا کرو اور اپنی کھجوریں کاٹا کرو۔ تم اس سے حاصل شدہ کمائی سے صدقہ یا کوئی دوسرا کارِ خیر ہی کرو گی[15]۔

شعبہ زراعت سے منسلک ہونے والی خواتین کی تعداد بہت زیادہ نہ تھی بلکہ وہی خواتین اس پیشے کے ساتھ منسلک تھیں جو سرسبز و شاداب علاقوں کی مکین تھیں۔ان کی زراعت کے سبب ان کے خاوندوں کو بھی مالی طور پر مستحکم ہونے کا موقع ملا۔مدینہ منورہ میں انصار کی خواتین کاشت کاری میں پیش پیش تھیں اور ان کی ترجیحات میں سبزیاں کاشت کرنا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی حضرت سما رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی تھی جو مالی طور پر کسمپرسی کا شکار تھے۔اس وقت ان کی کل کائنات ایک اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔اس اونٹ پر پانی لادا جا سکتا تھا۔ان کے ہاں نہ کوئی غلام یا خادم تھا اور نہ ہی گھر میں ایسا کوئی سامان تھا جس سے استفادہ کیا جا سکے۔حضرت اسما فرماتی ہیں کہ " اس صورت حال میں مجھے خود ہی ان کے گھوڑے کے لیے چارے اور پانی کا انتظام کرنا پڑتا تھا اور اس کے پانی کے لیے میں ڈول بھر بھر کر لاتی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ میں آٹا گوندھنے اور روٹی پکانے ایسے تمام گھریلو کام کرتی تھی۔میں روٹی پکانے کچھ خاص مہارت نہیں رکھتی تھی لیکن اس صورت میں پڑوس میں رہنے والی انصار کی خواتین نے دوستی کا حق ادا کیا اور میری روٹیاں وہ پکا دیا کرتی تھیں۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو میرے گھر سے تقریباً دو میل دور زمین کا ایک خطہ دے رکھا تھا تا کہ وہ اس پر کاشت کاری کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔اسی زمین سے میں کھجور کی گٹھلیاں لاتی تھی۔۔۔۔۔زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اللہ کی قسم تمہارا گٹھلیاں اٹھا کر لانا مجھ پر شاق گزرتا ہے۔اس کے بعد اس گھوڑے کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک خدمت گزار ارسال کیا جس کے سبب مجھے اس ذمہ داری سے سبک دوش ہونے کا موقع مل گیا[16]۔

اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا پہلا دائرہ کار گھر تھا۔عہد نبوی میں عورتیں گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ اسی تمام سرگرمیوں میں حصہ لینے کی مجاز تھیں جن کا مقصد و مدعا گھر ہی کی بہتری تھا۔حضرت اسماء نے گھریلو ذمہ داریاں سنبھالنے بھی ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کھیت میں جا کر کام کرنے کو بھی روایت فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد خاتون میں مزید کام کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی تھی تو عہد نبوی میں اس کو اس کی صلاحیتوں کا لوہا منوانے سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔

غزوہ بنو قریظہ کے اسیران میں سے آپ ﷺ کے حصے میں ریحہ نامی ایک باندی آئی۔اس کو ذمہ داری صدقات کے باغات میں کام کرنا تھی۔نبی اکرم ﷺ کبھی کبھار اس کے جھونپڑے میں قیلولہ فرماتے تھے۔مرضِ ابو فاۃ وہیں سے شروع ہوا تھا[17]۔

اس کے علاوہ ایسی مثالیں بھی عہد نبوی میں ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں کی چروائی کا کام آزاد خواتین بھی کرتی تھیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ لوگوں کے گھروں میں بطور خادمہ کام کرنے کے ساتھ ساتھ اجرت پر لوگوں کے ریوڑ بھی چرایا کرتی تھیں۔آپ ﷺ کے زمانے میں ایسے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے جو گھریلو خدمات مہیا کرتے تھے یا چرواہے کا ذمہ داری ادا کرتے تھے۔

اس عہد کی عرب تہذیب بتاتی ہے کہ اس کو پیشے کو زیادہ تر خواتین ہی اختیار کرتی تھیں۔چروائی کا کام محض ایک پہلو پر مشتمل نہیں تھا بلکہ اس ذمہ داری پر مامور خواتین باڑے کے دیگر کام بھی سر انجام دیتی تھیں جن میں دودھ دوہنا اور پھر اس کو مالکوں کے گھروں میں پہنچانا شامل تھا۔

کچھ خواتین اس شعبے کی ماہر سمجھی جاتی تھیں اور ان میں سے زیادہ تر باندیاں تھیں۔نبی اکرم ﷺ کی باندیوں کے علاوہ اہلیان مکہ اور اہلیان مدینہ کی باندیاں چروائی کا کام کرتی تھیں۔ان میں سے حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا کی ایک باندی حضرت وجیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں[18]۔

زراعت کا پیشہ جن خواتین میں مقبول تھا ان میں سے کچھ خواتین معاشی طور پر اس قدر مستحکم ہو چکی تھیں کہ وہ اپنے گھریلو اخراجات کی ذمہ داری بھی لے لیتی تھیں اور زراعت سے حاصل ہونے والی آمدنی سے گھر کے اخراجات بخوبی پورے کر لیتی تھیں۔اس ضمن میں حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ان کے والد کی طائف میں کچھ جائیداد تھی جس میں سے ان کو بھی وراثت کا حصہ ملا تھا۔وہاں سے ان کو شہد حاصل ہوتا تھا اور بعض دیگر شکلوں میں بھی آمدنی حاصل ہوتی تھی۔وہ اس آمدنی کو اپنے اہل خانہ بالخصوص اپنے پہلے شوہر ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے یتیم بچوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے خرچ کرتی تھیں۔اس بنا پر ایک مرتبہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ کیا مجھ اس کا اجر وثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا "ہاں"[19]۔

اس ضمن میں حضرت ابو دحداح کا واقعہ بھی کتبِ احادیث میں کئی اسناد سے منقول ہے جس کے مطابق باغ صدقہ کرنے کے بعد حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ اس باغ میں گئے۔ان کی بیوی باغ میں کام کر رہی تھی اور آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ باغ سے باہر آجاؤ، اب یہ ہماری ملکیت نہیں رہی کیونکہ میں نے اس کو صدقہ کر دیا ہے۔بیوی نے خوش ہو کر جواب دیا کہ آپ نے انتہائی کامیاب تجارت کی ہے[20]۔اس عہد میں خواتین کی جائیدادوں کی نوعیت زرعی تھی۔علامہ بلازری کے مطابق انصاری خواتین کی زیادہ تر جائیدادیں ایسی تھیں جو کاشت کاری میں کام آتی تھیں جب کہ امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جائیدادیں طائف اور مکہ میں تھیں[21]۔

جب بنو قریظہ اور بنو نظیر کے زرعی اموال اسلامی ریاست کے اختیار میں آگئے تو اس میں سے متعدد باغات مہاجرین میں تقسیم کیے گئے۔نادار اور محتاج انصار کو بھی ان میں سے حصہ ملا۔فدک، خیبر، تیما اور وادی ام القریٰ وغیرہ میں موجود زرعی جائیدادوں کا بھی یہی معاملہ تھا۔ان سب میں خواتین ہی کام کرتی تھیں اور کئی باغات کی وہ مالک بھی تھیں۔کاشت کاری کے پیشہ سے منسلک یہودیوں کے باغات میں انصاری خواتین ہی عہد جاہلیت سے مزدوری کرتی آرہی تھیں۔نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں یہ روایت قائم رہی جو یہودیوں کی جلاوطنی تک جاری رہی تھی۔

مذکورہ تمام تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں:

- خواتین متعدد پیشوں سے منسلک تھیں۔
- جن پیشوں سے خواتین وابستہ تھیں، زراعت کا پیشہ بھی ان پیشوں کی ایک اہم شاخ تھا۔
- خواتین انتہائی ضرورت کے تحت زراعت کے پیشے کو اختیار کرتی تھیں۔
- زراعت سے متعلق سرگرمیوں میں مصروفِ عمل خواتین کسی کے ہاں کام کرنے کے بجائے اپنے کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔
- باندیاں اپنے مالکوں کے کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔
- زراعت سے وابستہ آزاد خواتین کو ان کے کام کا مکمل معاوضہ ملتا تھا اور اس میں جنسی امتیاز کو روا نہیں رکھا جاتا تھا۔
- خواتین کے پاس زمینوں کی ملکیت کے حقوق اور اختیارات تھے اور ان کے حق ملکیت پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔
- زمینوں سے آنے والی آمدنی پر بھی عورت کا مکمل اختیار ہوتا تھا اور وہ اس کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے کی مجاز تھی۔شوہر اس آمدنی پر قبضہ کرنے کے مجاز نہیں تھے بلکہ عورت اپنی منشا سے اگر شوہر کی مالی اعانت کیلئے اس کو خرچ کرتی تو اس کو بھی صدقہ شمار کیا جاتا تھا۔

مسائل کا مجوزہ حل

جن رپورٹوں کا شروع ذکر کیا گیا ہے ان رپورٹوں میں مسائل کے مندرجہ ذیل حل پیش کیے گئے ہیں:

1. مرد و خواتین کسانوں، کو ان کے حقوق و فرائض سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیم دینے کا فی الفور انتظام کیا جانا چاہیے۔
2. خواتین کسانوں کو قانونی طور پر زمین کی ملکیت کا حق فراہم کرنے کے لیے قانون کو حرکت میں آنا چاہیے۔
3. جدید مشینری کے استعمال سے متعلق خواتین کسانوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت دی جانی چاہیے۔
4. خواتین کے لیے زمین کی ملکیت کے شرعی اور قانونی حق کو عملی طور پر نافذ کرنا چاہیے اور وہ تمام طبقات جن میں عورت کے حقِ ملکیت کا استحصال کیا جاتا ہے، ان کا احتساب شروع کرنا چاہیے۔
5. خواتین کسانوں کو چھوٹی سطح پر زراعت یا گلہ بانی کے لیے قرضے فراہم کیے جانے چاہئیں۔
6. قانونی اور سماجی سطح پر خواتین کے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے ہوئے انھیں مردوں کے برابر معاوضہ دلوانے کے لیے کوششیں کی جانی چاہئیں۔

یہ وہ تجاویز تھیں جو سماجی یا زرعی شعبہ کے محققین کی جانب سے پیش کی گئی ہیں۔ اگر اس میں اسلامی نقطہ نظر کو شامل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جزوی طور پر یہ تجاویز اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کے اعتبار سے بالکل مناسب ہیں:

جہاں تک خواتین کے لیے زمین کی ملکیت کے حق کی بات ہے تو اسلام میں اس کی اجازت موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں اور خلفا کے عہد میں کئی خواتین کے اپنے باغات تھے جن کے ذریعے وہ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرتی تھیں۔ غزوہ تبوک کے سفر کے دوران آپ ﷺ نے ایک خاتون کا باغ دیکھا جو اپنے باغ میں ہی موجود تھی[22]۔ جو لوگ عورتوں کو زمین کی ملکیت کے حق سے روکنے کی کوشش کریں، ان پر فراڈ اور معاشی استحصال کی دفعات کے تحت سخت ترین قانونی کارروائی کرنی چاہیے اور اس ضمن میں استحصال کی شکار خواتین کو قانونی طور پر مکمل حفاظت فراہم کی جانی چاہیے۔

زرعی معاملات میں فیصلے کے اختیار کی بھی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گنجائش موجود ہے۔ امام ابو داؤد نے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کے مطابق خواتین ٹھیکے پر زمین لے کر اپنی منشا کے مطابق اس میں کھیتی باڑی کرتی تھیں۔ ایک عورت کا ذکر ملتا ہے جس نے دو سو درہم کے بدلے زمین ٹھیکے پر لے کر اس میں زراعت شروع کی تھی[23]۔ امہات المومنین کے بارے میں پیچھے گزر چکا ہے کہ وہ بھی اپنے کھیتوں سے حاصل ہونے والی رقم کو اپنے اخراجات پورا کرنے میں استعمال کرتی تھیں۔

مذکورہ رپورٹوں میں یہ تجویز بھی دی گئی ہے کہ خواتین کو زرعی سرگرمیوں میں ہاتھ بٹانے یا مکمل ذمہ داری ادا کرنے کے بدلے میں مکمل معاوضہ ملنا چاہیے۔ یہ مطالبہ بالکل درست ہے۔ اسلام محنت کش کا معقول مواوضہ ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے جس کے متعلق کئی روایات موجود ہیں۔ عہدِ نبوی میں خواتین کو اپنی زرعی جائیدادوں میں سے نقد و جنس کی صورت میں معاوضہ یا حصہ ملتا تھا۔ آپ ﷺ نے خود ام ایمن رضی اللہ عنہا کو کچھ درخت دیے تھے جن کی آمدنی سے وہ اپنی ضروریات کو پورا کرتی تھیں[24]۔ ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے جس میں ان

سے کمائی کا کوئی حصہ بیت المال میں جمع کروانے یا نبی ﷺ کو مہیا کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو۔

یہاں یہ نقطہ ملحوظ رہے کہ اکتسابِ مال کی غرض سے نکلنے والی خواتین کو معاشرے میں ہمیشہ گوناگوں مسائل کا سامنا رہا ہے۔ تاریخ ایسی کئی تہذیبوں کی نشاندہی کرتی ہے جن میں معاشی حوالے سے فعال خواتین کو مشکلات درپیش تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اس کی ایک مثال موجود ہے۔ جب آپ علیہ السلام مصر سے مدین منتقل ہوئے تو وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک کنویں کے گرد کثیر تعداد میں لوگ جمع تھے[25] جو خود بھی اس سے پانی پی رہے تھے اور اپنی بھیڑ بکریوں کو بھی پلا رہے تھے[26]۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہاں دو خواتین کو دیکھا جو ان لوگوں کے قبائل سے تعلق نہیں رکھتی تھیں[27]۔ وہ بھی اپنے ریوڑ کو اسی کنویں سے پانی پلاتی تھیں[28]۔ ان کے نام لیا اور صفورا تھے۔ ان کے ساتھ ان کی چار چھوٹی بہنیں بھی تھیں جو ریوڑ کو پانی پلانے میں اپنی بڑی بہنوں کی معاونت کا فریضہ سرانجام دیتی تھیں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق وہ یہ ذمہ داری ہر روز سرانجام دیتی تھیں[29]۔ البتہ ان کے لیے ایک مشکل تھی کہ باقی لوگ اپنے ریوڑوں کو پہلے پانی پلا لیتے تھے کیونکہ ان ریوڑوں کے مالک مرد حضرات تھے۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد جب کنواں خالی ہو جاتا تو پھر یہ اپنے ریوڑ کے لیے پانی نکالتی تھیں[30]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کی خواتین میں گلہ بانی کی روایت موجود تھی اور وہاں مرد و خواتین کے مابین اس اعتبار سے ایک جنسی امتیاز بھی موجود تھا۔ اسی لیے وہ مردوں کے بعد اپنے ریوڑ کو پانی پلانے کی مجاز گردانی گئی تھیں نیز ان کا اپنے والد کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی توصیف کرنا، دراصل اس پہلو کی جانب اشارہ کرتا ہے کہ اگر انہیں کام پر مامور کر دیا جاتا ہے تو یقیناً وہ دقت ختم ہو سکتی تھی جو انھیں روزانہ برداشت کرنا پڑتی تھی۔ جنسی امتیاز امور اکتساب سے متعلق دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ زراعت میں بھی دیکھا گیا ہے جس سے متعلق کئی رپورٹیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

رپورٹوں میں خواتین کو جدید ٹیکنالوجی سکھانے اور انھیں قرضے فراہم کر کے اپنا اپنا زرعی کاروبار یا گلہ بانی کا کاروبار شروع کروانے میں مدد کی تجویز بھی دی گئی ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس ضمن میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیے۔ گھریلو معاش کی ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے۔ ان ذمہ داریوں اور رعایتوں کو مردوں تک محدود رکھنا چاہیے۔ اگر عورت کی زندگی کا دائرہ کار مشینری چلانے اور گلہ بانی کرنے تک بڑھا دیا جائے گا تو اس صورت میں خاندانی نظام بہت زیادہ متاثر ہو جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاندانی نظام سرے سے اپنا وجود ہی کھو دے۔ البتہ تعلیم کے حوالے سے جو تجویز دی گئی ہے وہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ زمین داروں کی جانب سے کھیتوں میں کام کرنے والی مزدور خواتین کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں ہوتا اور ان کو بعض اوقات جنسی ہراسگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں رپورٹوں کے آخر میں کوئی تجویز نہیں دی گئی ہے۔ راقم الحروف کی رائے ہے کہ اس ضمن میں قانونی اداروں کو حقوقِ نسواں کے حوالے سے انتہائی سخت اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی جاگیردار یا زمین دار کی جانب سے کسی کسان خاتون کو جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے تو اس کو بلا رعایت اس ہراسگی کی پاداش میں تعزیری سزا دی جانی چاہیے۔ اسی طرح اگر کسی جگہ زراعت کے شعبے میں کام کرنے والی خاتون مزدور کی غربت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کا جنسی استحصال کیا جاتا ہے تو اس صورت میں ایسے زمینداروں اور جاگیرداروں پر زنا کی حد قائم کرنی چاہیے تاکہ خواتین کو زرعی شعبے میں کام کرنے کے حوالے سے اپنی

عزت وعصمت کے حوالے سے کبھی بھی کسی بھی قسم کا کوئی خوف لاحق نہ ہو سکے۔

رپورٹ نگاروں کی جانب سے خواتین کو بینکوں کی جانب سے قرضے فراہم کرنے کی تجاویز بھی سامنے آئی ہیں۔اس بارے میں بھی راقم الحروف کا موقف ہے کہ، انتہائی احتیاط برتنی چاہیے۔اول تو قرضے مردوں کو فراہم کیے جانے چاہئیں تاکہ خواتین کے بجائے مرد معاشی ذمہ داریوں کا بار اٹھائیں اور مردوں میں پھیلی ہوئی بے روزگاری کا خاتمہ ہو۔جن ممالک میں خواتین کو کاروباری مقاصد کے تحت قرضے فراہم کیے گئے ہیں ان ممالک کی تحقیقات سے آشکار ہوتا ہے کہ خواتین کاروباری تجربہ نہ ہونے کی بنا پر قرض کی رقم ضائع کر دیتی ہیں اور پھر اس کی واپسی کے حوالے سے انھیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔دوم یہ کہ ان قرضوں کو براہ راست بینک کے اختیار میں دینے کے بجائے قومی زرعی ادارے کے اختیار میں دینا چاہیے تاکہ زراعت کے شعبے میں سود کے لین دین کی راہ مسدود ہو سکے۔

نتائج بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ باسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آج کے اس تیز رفتار ترقی کے دور میں خواتین کا کردار ادا کرنا ناگزیر ہے۔اور سیرتِ طیبہ سے اس کی جابجا راہنمائی بھی ملتی ہے۔کاشتکار خواتین کے مسائل کا حل بھی سیرتِ طیبہ سے اخذ کردہ اصولوں میں ہی مضمر ہے۔ عہد نبوی کی مثالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے خواتین سے متعلق رویوں میں موجود افراط و تفریط کا خاتمہ کر کے ایک معتدل اور متوازن فضا قائم کی ہے۔خاص طور پر مرد و عورت کے تعلق میں "قوامۃ" کے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے خواتین کو کسب معاش کی اجازت دی۔عہدِ نبوی میں بھی عورتوں کو بہت سارے معاملات میں بعض مشکلات کا سامنا ہوا جس کا ظاہری سبب جاہلی اقدار تھیں۔لیکن نبی کریم ﷺ نے ان مشکلات کا ادراک کرتے ہوے اور عورتوں کی طرف سے ہونے والی شکایات کا فوری تدارک فرمایا[31]۔عصر حاضر میں بھی کسان خواتین کو کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جن میں جنسی امتیاز، جنسی ہراسگی، تعلیم کی کمی، زمینوں کی ملکیت سے بے دخلی،معاوضے میں کمی اور گھر کے کام کے ساتھ ساتھ زرعی سرگرمیوں میں شمولیت کا بوجھ وغیرہ شامل ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا یہی طرزِ عمل کاشتکار خواتین کے مسائل کے حل کے لیے بطورِ اسوہ اپنایا جانا چاہیے۔اسی صورت میں ملکی زراعت بہتری کی جانب گامزن ہو گی۔

حوالہ جات

[1] وزارت مالیاتِ پاکستان، اسلام آباد، پاکستان اکنامکس سروے رپورٹ برائے 2007، 2008

[2] CGIAR Secretariat; International Center for Tropical Agriculture, (2004) CGIAR Financial Report 2004(Online Published) https://hdl.handle.net/10947/5270

[3] عنبرین فاطمہ، پاکستانی عورتوں کے مسائل، وزنامہ نوائے وقت(28 اکتوبر، 2013ء)

[4] Pakistan Journal of agriculture and Science, (2003) Vol. 40, P.3-4

[5] مقالہ کا عنوان مندرجہ ذیل ہے:

Ferdoos, Amber. “Social Status of Rural and Urban Working Women in Pakistan - A Comparative Study.” (2007). University of Osna Bruk, Germany

[6] Razia Beghum, Ghazala yasmin, Sarhad Journal of agriculture. (2011) Vol.27, No.4

[7] Tanzeel Ur RehmanAlvi, Imran Hanif, Irum Feryal, Imtiaz Ahmad Waraich, & Naveed Mortaza (Women Participation in Socio-Economic Development in Agriculture Areas of Pakistan, Universal Journal of Management and Social Sciences, (Oct, 2012) Vol. 2, No.10

[8] Dr.Rummana Zaheer, Aniqa Zeb, Sanam Wagma Khattak, Women participation in Agriculture in Pakistan Journal of Business and Management (Feb. 2014), Volume 16, Issue 2. Ver. II PP 01-04

[9] Durre Samee, Dr- Farhana Nosheen, Haq Nawaz Khan, Dr. Imdad Ali Khowaja, Dr. Khalida Jamali, Dr. Parvez Iqbal Paracha, Dr. Shahnaz Akhtar, Dr. Zahira Batool, Zohra Khanum, Women in Agriculture in Pakistan, Food and Agriculture Organization of the United Nations Islamabad, 2015

[10] Saira Akhtar, Shabbir Ahmad, Haroon Yousaf, Asma Zafar, and Qazi Ahmad Raza, Role of Women in Social and Agricultural Decision-Making in the Rural Areas of the Southern Punjab (Pakistan), International Journal of Humanities and Social Science (Sep to October 2018) Volume 5 Issue: 5

[11] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، سیرت سرور دوعالم، (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1989ء)، ص117

[12] ابن الاثیر ،عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم ، الجزری ، اسد الغابہ، (بیروت، دار الفکر، س ن) 6:75،76

[13] اسد الغابہ، 6:126

[14] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل ، الجعفی ، الجامع الصحیح ،(ممبئی، دار العلم ،2012ء) ، حدیث نمبر 938

[15] ابو داؤد ،سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابو داؤد، (لاہور، دار السلام، 1427ھ)، حدیث نمبر2297

[16] صحیح بخاری، حدیث نمبر 5224

[17] بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، س ن) ، 1:543

[18] فتوح البلدان ، جلد 1، صفحہ513، 514

[19] الجمعہ، احمد خلیل ، ازواج الانبیاء، اردو ترجمہ: مولانا محمد عبد الرشید(لاہور، قاسمی کتب خانہ شانِ اسلام، س ن)ص 302

[20] احمد بن حنبل، امام، شیبانی ذہلی، المسند، تحقیق: شعیب الأرناؤوط، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)19:465، حدیث نمبر 12482

3۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد، فتوح البلدان (بیروت، مکتبۃ الھلال، 1988ء)، 1:427

[22] صحیح بخاری، حدیث نمبر 1481

[23] سنن ابو داؤد، حدیث نمبر 3401

[24] مسلم، مسلم بن الحجاج، نیشاپوری، صحیح مسلم (لاہور، دار السلام، 1434ھ) حدیث نمبر 1772

[25] ابو حاتم، عبد الرحمان، الرازی ،تفسیر القرآن العظیم مسندا عن الرسول ﷺ والصحابۃ والتابعین، (سعودی عرب، مکتبۃ نزار الباز، 1999ء)، 9:2862

[26] ابو الحسن، مقاتل بن سلیمان، الأزدي البلخي، تفسیر مقاتل بن سلیمان، (بیروت، دار احیاء التراث، 2002ء)3:341

[27] تفسیر ابن ابی حاتم ، 9:2962

[28] تفسیر مقاتل بن سلیمان، 3:341

[29] الطبری، محمد بن جریر ، جامع البیان فی تفسیر القرآن ، (قاہرہ، مکتبہ ومطبعہ مصطفٰ البابی الحلبی، س ن) ، 18:206

[30] القصص:23/ تفصیل کے لیے دیکھیں: تفسیر القرآن العظیم لابی حاتم، 9:2962

[31] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، حدیث نمبر، 5138۔